Rhetorical Significance of the Qur'ānic Oaths by the Creatures and Divine Signs: A Study in the Light of Select Exegetical Literature

Nisar Mustafa[*]
Abdul Hameed Khan Abbasi[*]

ABSTRACT

The linguistic and literary features of the Qur'ān have drawn the attention of scholars for centuries. Some of the features of the Qur'ānic language that have extensively been studied by the scholars relate to the science of rhetoric (*'ilm al-balāghah*). One of the literary features of the Qur'ān is the use of oaths. The Qur'ānic commentators have provided several explanations for the use of oaths in the Qur'ān. Of the several objects by which the Qur'ān swears oaths are creatures and divine signs (*āyāt*). This article attempts to study different rhetorical aspects of the

[*] Ph.D Scholar, Department of Quran and Tafseer, Faculty of Arabic and Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad. (hnisarm@gmail.com)
[*] Professor/Head Department of Quran and Tafseer, Faculty of Arabic and Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad. (a_hameed@aiou.edu.pk)

Qur'ānic oaths by the creatures and divine signs in the light of select exegetical literature.

آیات و مخلوقات کی قرآنی قسموں کی بلاغی معنویت: منتخب تفسیری ادب کی روشنی میں ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

نثار مصطفیٰ ۞

عبدالحمید خان عباسی ۞

تعارف

قرآن کریم کلام معجز اور بے مثل کلام ہے۔ اعجاز قرآن کے بہت سے پہلو ہیں۔ اقسام القرآن انھیں میں سے ایک ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے بہت سی اشیا (اپنی ذات، قرآن کریم، رسول کریم ﷺ، متعلقات رسول کریم ﷺ اور مخلوقات) کی قسمیں کھائی ہیں۔ بلاشبہ ان اقسام القرآن کا استعمال بہ ایں صورت حکمت و مَعْنَوِیَّت کا حامل ہے کہ جس موقع اور مقام پر قرآن کریم نے قسم کا استعمال کیا ہے اس موقع اور مقام پر قسم کا استعمال ہی فطری اسلوب کا حامل تھا۔ اس مضمون میں قرآن کریم کے مختلف تئیس (۲۳) مقامات پر آیات و مخلوقات کی کھائی گئی قسموں کی بلاغی معنویت کو بیان کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے متعلقہ آیت مبارکہ کا متن، پھر اس کا ترجمہ، پھر متعلقہ آیات مبارکہ میں پائے جانے والے اَرْکانِ قسم بیان کیے گئے ہیں اور پھر سب سے آخر میں زیر تفسیر آیات میں پائی جانے والی بلاغی مَعْنَوِیَّت بیان کی گئی ہے۔ قرآنی آیات کے ترجمہ کے تحت حافظ محمد جونا گڑھی کا ترجمہ درج کیا گیا ہے۔

پہلا مقام

﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾[1] (قسم ہے صف باندھنے والے (فرشتوں) کی، پھر پوری طرح ڈانٹنے والوں کی، پھر ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والوں کی، یقیناً تم سب کا معبود ایک ہی ہے۔)

۞ پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ قرآن و تفسیر، کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ (hnisarm@gmail.com)

۞ پروفیسر / چیئر مین شعبہ قرآن و تفسیر، کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ (a_hameed@aiou.edu.pk)

۱۔　القرآن، ۳۷: ۱۔۴۔

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم (قسم اٹھانے والا): اللہ سُبحَانَہٗ وَتَعَالیٰ ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہٖ (جس کی قسم اٹھائی گئی ہے): صف باندھنے والے فرشتے پھر پوری طرح ڈانٹنے والے پھر ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والے فرشتے مُقْسَم بِہا ہیں۔

۳۔ مُقْسَم عَلَیْہ: یقیناً تم سب کا معبود ایک ہی ہے۔

۴۔ اَداۃِ قسم: یہاں واو اَداۃِ قَسَم کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو قسم کھاکر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے۔ مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے تین چیزوں (صفیں باندھنے والوں، جھڑک کر چلانے والوں اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے والی جماعتوں) کی قسم کے ساتھ دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے چناں چہ ڈاکٹر وہبہ بن مصطفی الزحیلی اس کی بابت لکھتے ہیں: "إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ اَلتَّأْكِيْدُ بِإِنَّ وَاللَّام بِسَبَبِ إِنْكَارِ الْمُخَاطَبِيْنَ لِلْوَحْدَانِيَّةِ."[۲] (بے شک تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے، مخاطبین کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے انکار کے سبب (قسم کے علاوہ) "اِنَّ" اور "لام" کے ساتھ (مدعا اور مضمونِ توحید کے اثبات کے لیے) تاکید ہے۔)

اس مقام پر عقیدۂ توحید پر زور دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ جس طرح عام زندگی میں انسان کسی بات میں، وزن اور یقین پیدا کرنے کے لیے قسم کھاتا ہے۔ اسی طرح بندوں کو سمجھانے کے لیے بندوں کے طریقے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا کہ بے شک سچا اور پکا معبود صرف ایک ہی ہے؛ کیوں کہ اس کی بے حد و حساب قدرتیں، اس کی متنوع اور لاجواب تخلیقات، اس کی بے مثال طاقت و حکمت پر دال ہیں۔ قطاروں میں کھڑے ہو کر جو نمازی اپنے رب کی عبادت بجالاتے ہیں، جو مجاہدین صف بندی کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے بر سر پیکار ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی بندگی اور اس کے ذکر میں مشغول

۲۔ وہبہ بن مصطفی الزحیلی، **التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج** (دمشق: دار الفكر المعاصر، ۱۴۱۸ھ)، ۲۳: ۶۳۔

ہیں وہ اپنے عمل اور حال سے اس بات پر شاہد ہیں کہ معبود برحق صرف ایک ہی ہے جو ارض و سماوات اور مشارق و مغارب کا رب اور حقیقی مالک ہے۔

دوسرا مقام

﴿وَالطُّوْرِۙ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍۙ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍۙ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِۙ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِۙ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِۙ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌۙ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍۙ﴾ [۳] (قسم ہے طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی جو جھلی کے کھلے ہوئے ورق میں ہے اور آباد گھر کی اور اونچی چھت کی اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی، بے شک آپ کے رب کا عذاب ہو کر ہونے والا ہے۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم (قسم اٹھانے والا): اللہ سُبحانہٗ وَتعَالیٰ ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِه (جس کی قسم اٹھائی گئی ہے)): طور، لکھی ہوئی کتاب جو جھلی کے کھلے ہوئے ورق میں ہے، آباد گھر، اونچی چھت اور بھڑکایا ہوا سمندر: سب اشیا کی قسم اٹھائی گئی ہے۔

۳۔ مُقْسَم عَلَيْه: بے شک (اے نبی اکرم ﷺ) آپ کے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے۔

۴۔ اَداۃِ قسم: یہاں واو اَداۃِ قَسَم کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث اللہ تعالی کی وحدانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے۔ مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ تاکید کے علاوہ ان آیات مبارکہ میں سجع لطیف کی رعایت کا پایا جانا بھی بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ چناں چہ ڈاکٹر وہبہ بن مصطفی الزحیلی اس ثانی الذکر بلاغی معنویت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وَالطُّورِ، وَكِتابٍ مَسْطُورٍ.. الآيات فِيْهَا سَجَعٌ لَّطِيْفٌ، وَّكَذَا فِيْ قَوْلِهِ إِنَّ عَذابَ رَبِّكَ لَواقِعٌ، مَّا لَهُ مِنْ دافِعٍ." [۴] (ان آیات: { وَالطُّورِ، وَكِتابٍ مَسْطُورٍ} میں سجع لطیف ہے اس طرح اللہ تعالی

۳۔ القرآن، ۵۲: ۱ – ۸۔

۴۔ الزحیلی: التفسیر المنیر، ۲۷: ۵۵۔

کے اس قول: {إنَّ عَذابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ، مَا لَهُ مِنْ دافِعٍ} میں سجع لطیف ہے۔)

درج بالا عبارت میں سجع لطیف کی ترکیب استعمال ہوئی ہے۔ سجع سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت درج ذیل ہے: "اَلْسَّجَع: هُوَ تَوَاطُؤُ الْفَاصِلَتَيْنِ مِنَ النَّثْرِ عَلَى حَرْفٍ وَّاحِدٍ فِي الْآخر."(۵)

(سجع: (جملہ، فقرہ اور کلام وغیرہ کے) آخر میں نثر میں سے حرف واحد پر دو فاصلوں کی آپس میں موافقت سجع ہے۔)

درج بالا آیات میں سے ابتدائی چھ آیات، آیاتِ قسم ہیں اور ان سب آیات کے آخری اور اختتامی الفاظ کا وزن ایک جیسا اور یکساں ہے۔ دوسرے الفاظ میں ان آیات میں فاصلوں کی آپس میں موافقت پائی جاتی ہے۔ ان میں سے پہلی آیت مبارکہ ایک لفظ الطور پر مشتمل ہے؛ لہٰذا یہی لفظ اس کا پہلا اور آخری لفظ ہے جب کہ اس کے علاوہ باقی پانچ آیات قسم کے آخری الفاظ (مسطور، منشور، المعمور، المرفوع اور المسجور) بھی اس سے ہم آہنگ ہیں اور کلام معجز کے ظاہری و باطنی حسن میں اضافہ کا موجب ہیں۔ جواب قسم بھی دو آیات پر مشتمل ہے۔ ان آیات کے آخری اور اختتامی الفاظ الواقع اور دافع ہیں؛ چناں چہ ان میں بھی فاصلوں کی آپس میں موافقت پائی جاتی ہے۔ چناں چہ آیاتِ قسم اور آیاتِ جوابِ قسم میں فاصلوں کی آپس میں موافقت کا پایا جانا بلاغی معنویت کا حامل ہے۔

تیسرا مقام

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى﴾(۶) (قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے اور نہ ٹیڑھی راہ پر ہے اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔ اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا۔ جو زور آور ہے پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔)

۵۔ الجرجانی علی بن محمد بن علی الزین الشریف (المتوفی: ۸۱۶ھ)، **کتاب التعریفات** (بیروت: دار الکتب العلمیة ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء)، ۱: ۱۱۷۔

۶۔ القرآن، ۵۳: ۱–۴۔

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱- مُقْسِم : اَللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی ہے۔

۲- مُقْسَم بِہٖ : گرنے والا ستارہ ہے۔

۳- مُقْسَم عَلَیْہِ : تمھارے ساتھی (رسولِ کریم ﷺ) نے نہ راہ گم کی ہے اور نہ ٹیڑھی راہ پر ہیں، نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ بلکہ ان کا کلام تو صرف اور صرف وہ وحی ہے جو ان پر ان کے رب کی طرف سے اتاری جاتی ہے۔

۴- اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بطورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

اس آیتِ مُبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

کفارِ مکہ توحید، عقیدۂ آخرت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کو ماننے کے لیے کسی صورت تیار نہیں تھے؛ چناں چہ اس مقام پر اللہ تعالی نے مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قسم کھا کر آں حضرت (ﷺ) کی نبوت کو ثابت کیا۔ یہاں اس معنوی بلاغت کے علاوہ اور بھی کئی بلاغی عناصر ہیں؛ چناں چہ ڈاکٹر وھبہ بن مصطفی الزحیلی سورۃ النجم کی ابتدائی آیات میں موجود بلاغی عناصر کی نشان دہی کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:"وَالنَّجْمِ إِذا هَوى.. وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهوى بَيْنَ هَوَى وَالْهَوَى جِناسٌ، فَالْأَوَّلُ بِمَعْنى خَرَّ وَسَقَطَ، وَالثَّانِي بِمَعْنى هَوَى النَّفْس.إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحى جُمْلَة يُوْحى لِدَفْعِ الْمَجازِ وَتَأْكِيْدِ الْإِيْحاءِ."[۷]

({وَالنَّجْمِ إِذا هَوى- - - وَما يَنْطِقُ عَنِ الْهَوى} میں "ھوی" اور "الھوی" کے درمیان جناس ہے پس پہلا (ھوی) گرنے کے معنی میں ہے جب کہ دوسرا (الھوی} نفسانی خواہش کے لیے ہے۔{إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحى} یہ جملہ مجاز کو رفع کرنے اور وحی کی تاکید کے لیے ہے۔)

درج بالا عبارت میں جناس کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ انگریزی و فرانسیسی زبانوں میں اس کا مفہوم اور اس کے مترادفات درج ذیل ہیں:

جناس سے مراد دو لفظوں کا تشابُہ ہے جیسا کہ اس کا یہ مفہوم درج ذیل عبارات سے واضح اور عیاں ہے:

۷- الزحیلی، التفسیر المنیر، ۲۷: ۹۶۔

اَلْجِنَاسُ: [فِي الْإِنْكلِيْزِيَّةِ] Paronomasia، Paronymy، Pun

[فِي الْفَرَنْسِيَّةِ] Paronomase، Paronymie، Calembour

عِنْدَ أَهْلِ الْبَدِيْعِ هُوَ مِنَ الْمُحَسِّنَاتِ اللَّفْظِيَّةِ هُوَ تَشَابُهُ اللَّفْظَيْنِ فِي اللَّفْظِ، أَيْ فِي التَّلَفُّظِ وَيُسَمَّى بِالتَّجْنِيْسِ أَيْضًا. وَالْمُرَادُ بِالتَّلَفُّظِ أَعَمَّ مِنَ الصَّرِيْحِ وَغَيْرَ الصَّرِيْحِ، فَدَخَلَ تَجْنِيْسُ الْإِشَارَةِ وَهُوَ أَن لَّا يَظْهَرَالتَّجْنِيْسُ بِاللَّفْظِ بَلْ بِالْإِشَارَةِ كَقَوْلِنَا حَلَقْتُ لِحْيَةَ مُوْسَى بِاسْمِهِ. وَخَرَجَ التَّشَابُهُ فِي الْمَعْنَى نَحْوَ أَسَدٍ وَّسَبُعٍ أَوْ مُجَرَّدِ عَدَدِ الْحُرُوْفِ أَوِ الْوَزْنِ نَحْوَ ضَرَبَ وَعَلِمَ وَقَتَلَ. وَفَائِدَةُ الْجِنَاسِ الْمَيْلُ إِلَى الْإِصْغَاءِ إِلَيْهِ فَإِنَّ مُنَاسَبَةَ الْأَلْفَاظِ تُحْدِثُ مَيْلًا وَّإِصْغَاءً إِلَيْهَا، وَلِأَنَّ اللَّفْظَ الْمُشْتَرَكَ إِذَا حُمِلَ عَلَى مَعْنًى ثُمَّ جَاءَ وَالْمُرَادُ بِهِ مَعْنًى آخَر كَانَ النَّفْسَ تَشُوْقُ إِلَيْهِ۔[۸]

(جناس کو انگریزی میں: Paronomasia ، Paronymy، Pun اور فرانسیسی زبان میں Paronomase، Paronymie، Calembour کہتے ہیں۔ اہلِ بدیع کے نزدیک یہ (صنعت جناس) مُحَسِّنَاتِ لَفظِیہ میں سے ہے، صنعتِ جناس سے مراد دو لفظوں کا لفظ یعنی تلفظ میں ایک دوسرے کے مُشابہ ہونا ہے۔ صنعتِ جناس کو تجنیس بھی کہا جاتا ہے۔ تلفظ صریح اور غیر صریح سے وسیع ہے چناں چہ تَجْنِيْسُ الْإِشَارہ بھی اس(صنعت جناس)میں شامل ہے تجنیس اشارہ میں تجنیس تلفظ کے بجائے اشارہ کے ساتھ آتی ہے جیسے ہمارا یہ قول:"حَلَقْتُ لِحْيَةَ مُوْسَى بِاسْمِهِ"میں نے موسیٰ کی ڈاڑھی استرے سے مونڈھ دی۔ تَشَابُہ فِي الْمَعْنَى اس سے نکل گئی جیسے شیر اور درندہ۔ صرف حروف اور وزن میں تشابُہ اس سے نکل گئے جیسے: ضَرَبَ وَعَلِمَ وَقَتَلَ ہے۔

جناس(صنعتِ تجنیس) کا فائدہ اس کی طرف توجہ کو مبذول کرنا ہے کیوں کہ الفاظ کی مناسبت ان کی طرف توجہ اور میلان کا باعث بنتی ہے اس لیے کہ مشترک لفظ کو جب ایک معنیٰ پر محمول کیا جاتا ہے پھر وہ آتا ہے اور اس سے دوسرا معنیٰ مراد لیا جاتا ہے تو اس سے نفس اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔)

بہاء الدین السبکی جناس کو یوں بیان کرتے ہیں: "اَلْجِنَاسُ بَيْنَ اللَّفْظَيْنِ، وَهُوَ تَشَابُهُهَا فِي اللَّفْظِ،"[۹](دو لفظوں کے درمیان جناس سے مراد لفظ یعنی تلفظ میں ان دونوں کا ایک دوسرے کے مُشابہ ہونا ہے۔)

۸- محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمّد صابر الحنفی التھانوی الفاروقی (المتوفی: بعد ۱۱۵۸ء)، **موسوعة كشاف اِصْطِلاحات الفنون والعلوم** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء)،۱: ۵۸۸۔

۹- احمد بن علی بن عبد الکافی، ابو حامد، بہاء الدین السبکی (المتوفی: ۷۷۳ ھ)، **عروس الأفراح في شرح تلخيص المفتاح** (بیروت: المكتبة العصرية للطباعة والنشر،۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء)،۲: ۲۸۲۔

جِناس کو تجنیس بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ درج ذیل عبارت سے واضح اور عیاں ہے:"فَمِنْهُ الْجِنَاسُ بَيْنَ اللَّفْظَيْنِ، وَيُسَمَّى التَّجْنِيس،"(۱۰) (پس ان (مُحَسِّنَاتِ لَفْظِیہ) میں سے دو لفظوں کے درمیان جِناس ہے اور اسے تجنیس بھی کہا جاتا ہے۔)

ان آیات مبارکہ میں مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قسم کھا کر آں حضرت (ﷺ) کی نبوت کو ثابت کرنا جہاں معنویت اور مدعاے مضمون کی تقویت کا باعث ہے وہاں جِناس (صنعتِ تجنیس: دو الفاظ "هوی" اور "الهوی" کے درمیان جناس یعنی تجنیس ہے۔ پس "هوی" (بمعنی گرنا) اور "الهوی" (بمعنی نفسانی خواہش) کا استعمال بھی قاری کی توجہ کو مبذول کرنے میں ممد و معاون ہے۔ الفاظ کی مناسبت ان کی طرف توجہ اور میلان کا باعث بنتی ہے اس لیے کہ مشترک لفظ کو جب ایک معنی پر محمول کیا جاتا ہے پھر وہ آتا ہے اور اس سے دوسرا معنی مراد لیا جاتا ہے تو اس سے نفس اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ بلاشبہ قرآن کریم کا اسلوب بلاغی معنویت کا حامل ہے۔

چوتھا مقام

﴿فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾(۱۱) (پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے گرنے کی اور اگر تمھیں علم ہو تو یہ بہت بڑی قسم ہے کہ بے شک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے۔)

ان آیات مبارکہ میں اَرکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم: اللہ تعالی ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہ: ستاروں کے گرنے کی قسم کھائی گئی ہے۔

۳۔ مُقْسَم عَلَيْه: بے شک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے۔

۴۔ اَدَاۃِ قَسَم: واحد متکلم کا صیغہ: "اُقْسِمُ" ہے۔

۱۰۔ السبکی: عروس الأفراح، ۲: ۲۸۲۔

۱۱۔ القرآن، ۵۶: ۷۵ – ۸۰۔

اس آیتِ مُبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قرآن کریم کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ مؤکد کر کے بیان کیا گیا ہے۔ مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے؛ کیوں کہ کفار مکہ قرآن کریم پر کئی طرح کے اعتراضات کرتے تھے(اس قرآن کریم کو وہ أساطیر الأولین، أفک، سحر یوثر وغیرہ کے نام دیتے تھے۔) اس کے علاوہ {وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ} ایک بر محل جملہ معترضہ ہے۔ڈاکٹر وھبہ بن مصطفی الزحیلی اس کی مَعْنَوِیَّت کو یوں بیان کرتے ہیں:”وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ- لَوْ تَعْلَمُونَ- عَظِيمٌ جُمْلَةٌ اِعْتِرَاضِيَّةٌ بَيْنَ الْقَسَمِ وَالْمُقَسَمِ عَلَيْهِ لِتَأْكِيدِ الْقَسَمِ، وَقَوْلُهُ: لَوْ تَعْلَمُونَ جُمْلَةٌ اِعْتِرَاضِيَّةٌ بَيْنَ الصِّفَةِ وَالْمَوْصُوفِ لِبَيَانِ أَهَمِّيَّةِ الْقَسَمِ.“[١٢]({وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ }قسم کی تاکید کے لیے مُقْسِم اور مُقْسَم عَلَیہِ کے درمیان جملہ معترضہ ہے، "لَوْ تَعْلَمُونَ"صفت اور موصوف کے درمیان قسم کی اہمیت کے لیے جملہ معترضہ ہے۔)

مولانا امین احسن اصلاحی اس کی مَعْنَوِیَّت کو مزید یوں بیان کرتے ہیں:

{وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ}(٧٦) (ایک بر محل جملہ معترضہ)۔ یہ قسم اور مُقْسَم عَلَیہِ کے درمیان ایک بر محل جملہ معترضہ ہے۔ فرمایا کہ جس طرح تم محض ہٹ دھرمی سے قرآن کو القاے شیطانی قرار دیتے ہو اسی طرح اس قسم کے باب میں بھی کہو گے کہ بھلا شہابوں کے گرنے کو شیاطین کے رجم سے کیا تعلق! لیکن تم جان سکو تو یہ حقیقت تم پر آشکارا ہوگی کہ یہ قسم اپنے اندر ایک عظیم شہادت اس بات کی رکھتی ہے کہ جِنّات و شیاطین کو مَلَاء اَعْلیٰ تک کوئی رسائی حاصل نہیں ہے، جیسا کہ کاہنوں کا دعویٰ ہے۔ اگر کوئی وہاں تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے تو قدرت نے اس کی سرکوبی کے لیے نہایت عظیم پیمانے پر انتظام کر رکھا ہے۔ ممکن نہیں ہے کہ کوئی خدا کے شہابوں کی زد سے بچ کے نکل سکے، مطلب یہ ہے کہ تم اس کو جان سکو یا نہ جان سکو اور مانو یا نہ مانو لیکن اللہ تعالیٰ نے اس قسم میں تمہاری آگاہی کے لیے اس کائنات کا ایک نہایت اہم راز بیان فرمایا ہے۔[١٣]

﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌۙ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍۙ۝ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَؕ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾[١٤]

١٢- الزحیلی، التفسیر المنیر،٢٧: ٢٧٥۔

١٣- امین احسن اصلاحی، **تدبر قرآن** (لاہور: فاران فاؤنڈیشن،١٤٣٠ھ/ ٢٠٠٩ء) ،٨: ١٨٣- ١٨٤۔

١٤- القرآن،٥٦: ٧٧- ٨٠۔

(قرآن شیطانی چھوت سے بالکل پاک ہے)۔ قسم کے بعد یہ مُقْسَم عَلَیْہِ ہے اور یہ حقیقت اپنی جگہ پر اچھی طرح واضح کی جا چکی ہے کہ قرآن مجید میں قسمیں شہادت کے طور پر کھائی گئی ہیں۔ گویا شیاطین پر سنگ باری اور آتش باری کے مذکورہ بالا انتظام کا حوالہ دے کر مخاطبوں کو متنبہ فرمایا کہ اس قرآن کو کاہنوں کے قسم کا کوئی شیطانی القاء نہ گمان کرو بلکہ یہ ایک نہایت باعزت اور برتر کلام ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک محفوظ کتاب میں ہے جس تک اس کے پاک فرشتوں کے سوا کسی کی بھی رسائی نہیں یعنی اس کو صرف ملائکہ مقربین ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں، جنات اور شیاطین وہاں نہیں پھٹک سکتے۔"(۱۵)

پانچواں مقام

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾(۱٦) (ن، قسم ہے قلم کی اور اس کی جو کچھ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں۔ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔ اور بے شک تیرے لیے بے انتہا اجر ہے۔ اور بے شک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہٖ : قلم اور وہ کچھ جو وہ (فرشتے) لکھتے ہیں۔

۳۔ مُقْسَم عَلَیْہِ : نبی کریم ﷺ کا اپنے رب کے فضل سے دیوانگی سے پاک و منزہ ہونا ہے، بے شک ان کے لیے بے انتہا اجر ہے اور بے شک وہ بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔

۴۔ اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بطورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث نبی کریم ﷺ کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے۔ مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وہبہ الزحیلی

۱۵۔ اصلاحی، مصدر سابق، ۸: ۱۸۴۔

۱٦۔ القرآن، ٦٨ : ۱۔ ۴۔

بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "بِمَجْنُونٍ مَمْنُونٍ جِنَاسٌ نَاقِصٌ بَيْنَهُمَا لِاخْتِلَافِ الْحَرْفِ الثَّانِي. فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ وَعِيدٌ وَّتَهْدِيدٌ، وَحَذْفُ الْمَفْعُولِ لِلتَّهْوِيلِ. وَما يَسْطُرُونَ بِمَجْنُونٍ مَمْنُونٍ الْمَفْتُونُ إلخ سَجَعٌ مُّرَصَّعٌ. ضَلَّ وبِالْمُهْتَدِينَ بَيْنَهُمَا طِبَاقٌ."(۱۷) ("بِمَجْنُونٍ مَمْنُونٍ" ان دونوں کے درمیان حرف ثانی مختلف ہونے کی بدولت جناس ناقص ہے۔ ﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ﴾ میں وعید اور تہدید ہے اور مفعول کو خوف پیدا کرنے کے لیے حذف کر دیا گیا ہے۔ "وَما يَسْطُرُونَ بِمَجْنُونٍ مَمْنُونٍ الْمَفْتُونُ" آخر تک سجع مرصع ہے۔ "ضَلَّ وبِالْمُهْتَدِينَ" کے درمیان طباق ہے۔)

اس درج بالا عبارت میں جناس ناقص کی جو اصطلاح استعمال ہوئی ہے اس کی وضاحت درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے:

فَإِنِ اخْتَلَفَ اللَّفْظَانِ الْمُتَجَانِسَانِ فِيْ عَدَدِ الْحُرُوْفِ (سُمِّيَ الْجِنَاسُ نَاقِصًا) لِأَنَّ اخْتِلَافَهُمَا فِيْ عَدَدِ الْحُرُوْفِ يَلْزَمُ مِنْهُ نُقْصَانُ أَحَدِهِمَا لَا مَحَالَةَ (وَذَلِكَ) النُّقْصَانُ إِمَّا بِحَرفٍ وَّاحِدٍ أَوْ لَا، وَالَّذِيْ بِحَرْفٍ وَّاحِدٍ، إِمَّا أَن يَّكُوْنَ الْحَرْفُ النَّاقِصُ هُوَ الْأَوَّلُ، وَإِلَيْهِ أَشَارَ بِقَوْلِهِ: (إِمَّا بِحَرْفٍ فِي الْأَوَّلِ) وَلَوْ قَالَ: أَوَّلُ صِفَةٍ لِحَرْفٍ لَكَانَ أَحْسَن كَقَوله تعالى: وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ إِلى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ فَهُوَ جِنَاسٌ نَقَصَ عَنِ الْتِمَامِ الْحَرْفِ الْأَوَّلِ وَهُوَ الْمِيْمُ (أَوْ) بِحَرْفٍ (فِي الْوَسْطِ نَحْوَ: جِدِّيْ جُهْدِيْ) أَيْ حَظِّي، وَلَمْ يَنْظُرُوا هِنَا إِلَى كَوْنِ الْحَرْفِ الْمُشَدَّدِ بِحَرْفَيْنِ،(۱۸)

(پس اگر دو متجانس حروف، حروف کی تعداد میں مختلف ہوں تو اس ترکیب کا نام (یا ان دو حروف کا نام) جناس ناقص رکھا جاتا ہے؛ کیوں کہ حروف کی تعداد میں اختلاف سے ان دونوں حروف میں سے ایک کو نقصان مستلزم ہوتا ہے اور یہ نقصان یا ایک حرف سے ہوتا ہے یا ایک حرف سے بھی نہیں ہوتا، اور جو نقصان ایک حرف سے ہوتا ہے اس کی کئی صورتیں ہیں وہ اس طرح کہ پہلا حرف ہی ناقص ہو اور اسی کی طرف اس نے اپنے اس قول: (إِمَّا بِحَرْفٍ فِي الْأَوَّلِ) کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔ اور اگر وہ یہ کہتا کہ حرف کی پہلی صفت تو یہ زیادہ بہتر ہوتا جیسے اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ﴾ پس یہ حرف اول کے اضافے اور آمد) کی وجہ سے جناس ناقص ہے---)

۱۷- الزحیلی، التفسیر المنیر، ۲۹: ۴۴۔

۱۸- السبکی، عروس الأفراح، ۲: ۲۸۷۔

”وَإِنِ اخْتَلَفَ اللَّفْظَانِ فِيْ أَعْدَادِ الْحُرُوْفِ سُمِّيَ الْجِنَاسُ نَاقِصًا وَّذَلِكَ لِنُقْصَانِ أَحَدِ اللَّفْظَيْنِ عَنِ الْآخَرِ، وَهُوَ يَأْتِيْ كَذَلِكَ عَلَى ضَرْبَيْنِ:

١- مَا كَانَتِ الزِّيَادَةُ فِيْ أَحَدِ لَفْظَيْهِ بِحَرْفٍ وَّاحِدٍ، سَوَاءً كَانَ ذَلِكَ الْحَرْفُ فِيْ أَوَّلِ اللَّفْظِ نَحْوَ قَوْلِهِ تَعَالَى: وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ إِلى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَساقُ أَوْ فِي الْوَسْطِ نَحْوَ: «جِدِّيْ جُهْدِيْ “[١٩]

(اگر دو متجانس حروف، حروف کی تعداد میں مختلف ہوں تو اس ترکیب کا نام (یا ان دو حروف کا نام) جناس ناقص رکھا جاتا ہے اور آخر سے دو لفظوں میں سے ایک کے نقصان کے ساتھ یہ واقع ہوتا ہے۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

١- اس کے دو الفاظ میں سے ایک میں ایک حرف کے ساتھ اضافہ ہو خواہ یہ زیادتی حرف کے آغاز میں ہو جیسے اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ﴾ یا وسط میں ہو جیسے: جدّي جهدی)

درج بالا عبارت میں سجع مرصع کی جو اصطلاح استعمال ہوئی ہے اس کی وضاحت درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے:

ڈاکٹر وہبہ بن مصطفی الزحیلی رحمۃ اللہ علیہ سجع مرصع کی بابت لکھتے ہیں: ”سَجعٌ مُّرَصَّعٌ وَّهُوَ تَوَافُقُ الْفَوَاصِلِ مُرَاعَاةٌ لِّرُؤُوْسِ الْآيَاتِ.“[٢٠] (سجع مرصع: (جملہ، فقرہ اور کلام وغیرہ کے) آخر میں نثر میں سے حرف واحد پر دو فاصلوں کی آپس میں موافقت سجع ہے۔) ”وَأَوَاخِرُ الْآيَاتِ فِيْ كِتَابِ اللهِ فَوَاصِلَ بِمَنْزِلَةِ قَوَافِي الشِّعْرِ“[٢١] (اللہ تعالی کی کتاب میں آیات کے اَوَاخِر جو کہ فواصل ہیں شعر کے قوَافِی کے بمنزلہ ہیں۔)

١٩- عبد العزیز عتیق (المتوفی: ١٣٩٦ھ)، **علم البدیع** (بیروت: دارالنهضة العربية للطباعة والنشروالتوزيع، س ن)، ١: ٢٠٦۔

٢٠- الزحیلی، **التفسیر المنیر**، ٣٠: ٨٧۔

٢١- محمد بن مکرم بن علی ابن منظور، ابو الفضل، جمال الدین الانصاری الرویفعی الافریقی (المتوفی: ٧١١ھ)، **لسان العرب** (بیروت: دار صادر، ١٤١٤ھ)، ١١: ٥٢٤۔

الفواصل :فاعلن، فعولن، مستفعلن، فاعلاتن، مفاعيلن، مفاعلتن، متفاعلن، مفعولات (فواصل یہ آٹھ ہیں) ابن عبد ربہ، ابو عمر، شہاب الدین احمد بن محمد بن عبد ربہ ابن حبیب ابن حدیر بن سالم المعروف بابن عبد ربہ الاندلسی (المتوفی: ٣٢٨ھ)، **العقد الفرید** (بیروت: دار الکتب العلمیة، ١٤٠٤ھ)، ٦: ٢٧٨۔

درج بالا عبارت میں طباق کی جو اصطلاح استعمال ہوئی ہے اس کی وضاحت درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے:

("الطباق" ط کے کسرہ کے ساتھ ہے اور اہل بدیع کے ہاں محسنات معنویہ میں سے ہے، اس کو مطابقت، تطبیق، تضاد اور تکافو بھی کہا جاتا ہے۔ طباق دو ضدوں کو جمع کرنا ہے۔ طباق سے صرف دو ایسے متضاد ہی مراد نہیں ہیں جن میں غایت درجے کا تضاد پایا جاتا ہے، جیسے سیاہ اور سفید ہیں، بلکہ یہ اس سے عام اور وسیع ہے اور کوئی بھی دو متضاد کہ جن کے درمیان کسی طرح کا بھی حقیقی یا اعتباری تقابل اور تنافی ہو وہ طباق ہے، تقابل تضاد ہو، ایجاب ہو یا تقابل سلب یہ لفظ طباق سب پر منطبق ہوتا ہے اسی طرح یہ تقابل عدم ملکہ اور تقابل تضایف یا جو چیز اس کے مشابہ ہو، پر بھی بولا جاتا ہے۔ مطول میں اسی طرح ہے۔ مطابقت کی بابت یہ بھی کہا گیا ہے، جسے طباق کہا جاتا ہے کہ دو موافق اشیا یا متضاد اشیا کو جمع کرنا ہے۔۔۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ﴾ (پس اعطا، اتقا، اور تصدیق، بخل، استغنا اور تکذیب کی ضد ہے، چناں چہ پہلا مجموعہ آسانی کی شرط ہے، جب کہ دوسرا مجموعہ دشواری کی شرط ہے۔ جرجانی میں اسی طرح ہے۔)[۲۲]

درج بالا عبارات کا ملخص یہ ہے کہ ان آیات مبارکہ میں مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث نبی کریم ﷺ کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کرنا پھر جناس ناقص اور سجع مرصع پر مشتمل اسلوب بیان کو اختیار کرنا کثیر الجہات بلاغی معنویت کا حامل ہے۔

چھٹا مقام

﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾[۲۳] (پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنھیں تم دیکھتے ہو۔ اور ان چیزوں کی جنھیں تم نہیں دیکھتے کہ بے شک یہ (قرآن) بزرگ رسول کا قول ہے یہ کسی شاعر کا قول نہیں (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے۔ نہ کسی کاہن کا قول ہے (افسوس) بہت کم نصیحت لے رہے ہو۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم (قسم اٹھانے والا): اللہ سُبحانَہٗ وَتعَالیٰ ہے۔

۲۲۔ الفاروقی، موسوعة كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، ۲: ۱۱۲۵۔

۲۳۔ القرآن، ۶۹: ۳۸-۴۲۔

۲۔ مُقْسَم بِہ (جس کی قسم اٹھائی جائے): اللہ تعالی کا فرمان: مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنھیں تم دیکھتے ہو۔ اور ان چیزوں کی جنھیں تم نہیں دیکھتے۔

۳۔ مُقْسَم عَلَیْہ: کہ بے شک یہ قرآن کریم اللہ تعالی کا کلام ہے جسے بزرگ رسول کا قول ہے یہ کسی شاعر کا قول نہیں (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے۔ نہ کسی کاہن کا قول ہے (افسوس) بہت کم نصیحت لے رہے ہو۔

۴۔ اَداۃِقسم: واحد متکلم کا صیغہ "اُقْسِمُ" یہاں قسم کے لیے آیا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث نبی کریم ﷺ کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وھبہ بن مصطفی الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:"فَلا أُقْسِمُ بِما تُبْصِرُونَ، وَما لا تُبْصِرُونَ بَيْنَهُما طِبَاقُ السَّلَبِ"[۲۴] (ان دونوں{ فَلا أُقْسِمُ بِما تُبْصِرُونَ، وَما لا تُبْصِرُونَ }کے درمیان طِبَاقُ السَّلَب ہے۔)

اس درج بالا عبارت میں طباق سلب کی جو اصطلاح استعمال ہوئی ہے اس کی وضاحت درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے: "وَطِبَاقُ السَّلَبِ، وَهُوَ أَن يَأْتِيَ المُتَكَلِّمُ بِجُمْلَتَيْنِ أَوْ كَلِمَتَيْنِ، إِحْداهُمُا مُوْجِبَةٌ ولَأُخْرَى منَفْيِةٌ، وقَدَ تكُوْنُ الْكَلِمَتَانِ منفِيَتَيْنِ، . . . مِنْ طِبَاقِ السَّلَبِ قَوْلُ الْبُحْتَرِي: طَوِيل يقيضُ لِيْ مِنْ حَيْثُ لَا أَعْلَمُ الْهَوَى ... وَيَسْرِيْ إِلَى الشَّوْقِ مِنْ حَيْثُ أَعْلَمُ."[۲۵]

۲۴۔ الزحیلی، التفسیر المنیر، ۲۹: ۱۰۲۔

۲۵۔ عبد العظیم بن الواحد بن ظافر ابن ابی الاصبع العدوانی، البغدادی ثم المصری (المتوفی: ۶۵۴ھ)، **تحرير التحبير في صناعة الشعر والنثر وبيان إعجاز القرآن**(الجمهورية العربية المتحدة: المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية - لجنة إحياء التراث الإسلامي، س۔ ن)،۱: ۱۱۴– ۱۱۵۔

طباق سلب یہ ہے کہ متکلم دو جملے یا دو کلمے ایسے لائے کہ ان میں سے ایک (جملہ یا کلمہ) موجبہ ہو اور دوسرا (جملہ یا کلمہ) منفیہ ہو، اور کبھی دونوں (جملے یا کلمے) منفی ہوتے ہیں۔ بحتری کا یہ قول طباق سلب کی مثال ہے:

يقيضُ لِيْ مِنْ حَيْثُ لَا أَعْلَمُ الْهَوَى ... وَيَسْرِيْ إِلَى الشَّوْقِ مِنْ حَيْثُ أَعْلَمُ

درج بالا شعر میں شاعر نے "لَا أَعْلَمُ" اور "أَعْلَمُ" میں طباق سلب کی صنعت استعمال کی ہے۔

. . . طِبَاقُ السَّلَبِ، وَهُوَ أَن يُجْمَعَ بَيْنَ فِعْلَيْ مَصْدَرٍ وَّاحِد مُّثْبَتٍ وَّمَنْفِيٍّ،أَوْ أَمْرٍ وَّنَهْيٍ، كَقَوْلِهِ تَعَالَى: {وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ، يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا} ، وَقَوْلِهِ تَعَالَى: {فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ}[۲۶]

(طباق سلب یہ ہے کہ مصدر واحد کے دو فعلوں کو جمع کیا جائے خواہ وہ مثبت اور منفی ہوں یا امر و نہی ہوں، جیسے اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین ہیں: {وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ، يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا} (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے وہ تو (صرف) دنیوی زندگی کے ظاہر کو (ہی) جانتے ہیں۔)، {فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ} (اب تمہیں چاہیے کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف میرا ڈر رکھو۔)

"وَالطِّبَاقُ يَنْقَسِمُ إِلَى طِبَاقِ الْإِيْجَابِ كَمَا تَقَدَّمَ، وَإِلَى طِبَاقِ السَّلَبِ؛ وَهُوَ الْجَمْعُ بَيْنَ فِعْلَيْ مَصْدَرٍ وَّاحِدٍ مُّثْبَتٍ وَّمَنْفِيٍّ،۔۔۔"[۲۷] (طباق دو قسموں میں منقسم ہوتا ہے: طباق ایجاب جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور طباق سلب، طباق سلب یہ ہے کہ مصدر واحد کے دو فعلوں کو جمع کیا جائے خواہ وہ مثبت اور منفی ہوں۔۔۔)

پس مبصرات و مکنونات کی قسم کھا کر رب کائنات کا اس مضمون و مدعا پر بہ طور شاہد پیش کرنا کہ قرآن کریم اللہ عزوجل کا بے مثل اور لاثانی کلام ہے، معنی خیز اور بلاغی معنویت کا حامل ہے۔

۲۶- احمد بن مصطفی المراغی (المتوفی: ۱۳۷۱ھ)، **علوم البلاغة "البيان،المعاني، البديع"**(لبنان: المؤسسة الحديثة للكتاب طرابلس، ۲۰۰۳ء)،۱: ۳۲۰- ۳۲۱۔

۲۷- عبدالمتعال الصعیدی (المتوفی: ۱۳۹۱ھ)، **بغية الإيضاح لتلخيص المفتاح في علوم البلاغة** (مكتبة الآداب، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء)،۴: ۵۷۵۔

ساتواں مقام

﴿كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ۝ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝﴾[۲۸] (سچ کہتا ہوں قسم ہے چاند کی اور رات کی جب وہ پیچھے ہٹے اور صبح کی جب کہ روشن ہو جائے کہ (یقیناً وہ جہنم) بڑی چیزوں میں سے ایک ہے بنی آدم کو ڈرانے والی۔)

ان آیاتِ مُبارکہ میں اَرکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبحانَہ وتعالیٰ بذاتِ خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہ : چاند، رات جب وہ پیچھے ہٹے صبح جب کہ روشن ہو جائے۔

۳۔ مُقْسَم عَلَيْه: یقیناوہ جہنم بڑی چیزوں میں سے ایک ہے جو بنی آدم کو ڈرانے والی ہے۔

۴۔ اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بہ طورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قیامت کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِيَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وھبہ الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "يُضِلُّ وَيَهْدِي بَيْنَهُمَا طِبَاقٌ، وَكَذَا بَيْنَ يَتَقَدَّمَ وَيَتَأَخَّرَ. كَلَّا وَالْقَمَرِ، وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ، وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ، إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ سَجَعٌ مُّرَصَّعٌ."[۲۹] (يُضِلُّ وَيَهْدِي ان دونوں کے درمیان طباق ہے، اسی طرح" يَتَقَدَّمَ وَيَتَأَخَّرَ "کے مابین طباق ہے۔{ كَلَّا وَالْقَمَرِ، وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ، وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ، إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ }کے مابین سجع مرصع ہے۔"

آٹھواں مقام

﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ۝ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ ۝ بَلَى

۲۸۔ القرآن،۷۴: ۳۲-۳۶۔

۲۹۔ الزحیلی، التفسیر المنیر،۲۹: ۲۳۲۔

قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ﴾[۳۰] (میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو؛ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں۔ہاں ضرور کریں گے ہم تو قادر ہیں۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبحانہٗ وَتعالیٰ بہ ذات خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہ : قیامت کا دن اور نفس لوامہ کی قسم کھائی گئی ہے۔

۳۔ مُقْسَم عَلَيْه : تمہیں ضرور زندہ کیا جائے گا،یعنی اثبات معاد اور منکرین قیامت کا رد ہے۔

۴۔ اَدَاةِ قَسَم: واحد متکلم کا صیغہ ''اُقْسِمُ'' ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

''أَيَحْسَبُ الْإِنْسانُ...اِسْتِفْهَامٌ إِنكَارِيٌّ لِّلتَّوْبِيْخِ وَالتَّقْرِيْعِ.''[۳۱] (أَيَحْسَبُ الْإِنْسانُ... میں توبیخ اور تقریع کے لیے استفہام انکاری ہے۔)

۳۰۔ القرآن،۷۵ :۱۔۴۔

*درج بالا توجیہات درج ذیل عربی عبارات کا ملخص ہیں:وَالْمُقْسَمُ عَلَيْهِ هِنَا: هُوَ إِثْبَاتُ الْمَعَادِ، وَالرَّدُّ عَلَى الْجَهَلَةِ الْمُعَانِدِيْنَ الْقَائِلِيْنَ بِعَدَمِ بَعْثِ الْأَجْسَادِ.الزحیلی، **التفسير المنير**،۲۹ :۲۵۲۔وَجَوَابُ الْقَسَمِ مَحْذُوْفٌ، أَيْ لَتُبْعَثُنَّ، دَلَّ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهُ:أَيَحْسَبُ الْإِنْسانُ. *المصدر السابق*۔وَجَوَابُ الْقَسَمِ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ: {أَيَحْسَبُ الْإِنْسانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظامَهُ} لِأَنَّهُ دَلِيلُ الْجَوَابِ إِذِ التَّقْدِيرُ: لَنَجْمَعَنَّ عِظَامَ الْإِنْسَانِ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ لَنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ.ابن عاشور، محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر بن عاشور التونسی(المتوفی : ۱۳۹۳ھ)، **التحرير والتنوير''تحريرالمعنى السديدوتنويرالعقل الجديد من تفسيرالكتاب المجيد''**(تونس: الدارالتونسية للنشر،۱۹۸۴ھ)، **۲۹: ۳۳۸**۔ وَجَوَابُ الْقَسَمِ مَحْذُوْفٌ دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالَى: {أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ} وَهُوَ ليبعثن، الأرمی العلوی الھرری ، محمد الامین بن عبد اللہ الشافعی، **تفسير حَدَائِقُ الرَّوْحِ وَالرَّيْحَان فِي رَوَابِيْ عُلُوْمِ الْقُرْآن** (بیروت: دار طوق النجاة،۱۴۲۱ ھ/۲۰۰۱ء)،۳۰: ۴۳۸۔

۳۱۔ الزحیلی،**التفسیر المنیر**،۲۹: ۲۵۲۔

قیامت کے اثبات کے لیے قیامت کی ہی قسم کھانا وقوع قیامت کے قطعی اور یقینی ہونے کا غماز ہے پھر اس کے منکر کی سوال کے انداز میں توبیخ و توقیع کرنا ممیز و منفرد معنویت کا حامل ہے۔

نواں مقام

﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًاۙ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًاۙ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًاۙ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًاۙ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًاۙ عُذْرًا اَوْ نُذْرًاۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌؕ﴾ [۳۲] (دل خوش کن چلتی ہوئی ہواؤں کی قسم، پھر زور سے جھونکا دینے والیوں کی قسم، پھر (ابر کو) ابھار کر پراگندہ کرنے والیوں کی قسم، پھر حق اور باطل کو جدا جدا کر دینے والے اور وحی لانے والے فرشتوں کی قسم جو (وحی) الزام اتارنے یا آگاہ کر دینے والی ہوتی ہے، جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یقیناً ہونے والی ہے۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہ : دل خوش کن چلتی ہوئی ہوائیں، زور سے جھونکا دینے والیں پھر (ابر کو) ابھار کر پراگندہ کرنے والیں پھر حق اور باطل کو جدا جدا کر دینے والے اور وحی لانے والے فرشتے۔ ایک قول کے مطابق مُقْسَم بِہ فرشتے ہیں۔ [۳۳]

۳۲۔ القرآن، ۷۷: ۱ - ۷۔

۳۳۔ درج بالا توجیہات درج ذیل عربی عبارات کا ملخص ہیں: اِقْسَامٌ مِّنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ بِطَوَائِفَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ أَرْسَلَهُنَّ بِأَوَامِرِهِ فَعَصَفْنَ فِي مُضِيِّهِنَّ عَصْفَ الرِّيَاحِ مُسَارِعَةً فِي الْاِمْتِثَالِ بِالْأَمْرِ وَبِطَوَائِفَ أُخْرَى نَشَرْنَ أَجْنِحَتَهُنَّ فِي الْجَوِّ عِنْدَ انْحِطَاطِهِنَّ بِالْوَحْيِ أَوْ نَشَرْنَ الشَّرَائِعَ فِي الْأَقْطَارِ أَوْ نَشَرْنَ النُّفُوْسَ الْمَوْتَى بِالْكُفْرِ وَالْجَهْلِ بِمَا اَوْحَيْنَ فَفَرَّقْنَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ فَأَلْقَيْنَ ذِكْرًا اِلَى الْأَنْبِيَاءِ۔ العمادی، ابو السعود محمد بن محمد بن مصطفی (المتوفی: ۹۸۲ھ)، **إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم الشهير بتفسير أبي السعود** (بیروت: دار الفکر، س ن)، ۹: ۷۷؛ أَقْسَمَ سُبْحَانَهُ بِطَوَائِفَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، أَرْسَلَهُنَّ بِأَوَامِرِهِ فَعَصَفْنَ فِى مُضِيِّهِنَّ كَمَا تَعْصِفُ الرِّيَاحُ، تَخَفُّفًا فِي امْتِثَالِ أَمْرِهِ، وَبِطَوَائِفَ مِنْهُمْ نَشَرْنَ أَجْنِحَتَهُنَّ فِى الْجَوِّ عِنْدَ انْحِطَاطِهِنَّ بِالْوَحْيِ. أَوْ نَشَرْنَ الشَّرَائِعَ فِي الْأَرْضِ. أَوْ نَشَرْنَ النُّفُوْسَ الْمَوْتَى بِالْكُفْرِ وَالْجَهْلِ بِمَا

۳۔ مُقْسَم عَلَيْه : جس چیز کا قسم سے وعدہ کیا جاتا ہے یقیناً ہونے والی ہے۔

۴۔ اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بہ طورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قیامت کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِيَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وھبہ الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "فَالْعاصِفاتِ عَصْفاً، وَالنَّاشِراتِ نَشْراً، فَالْفارِقاتِ فَرْقاً تَأْكِيدٌ بِذِكْرِ الْمَصْدَرِ لِزِيَادَةِ الْبَيَانِ، وتَقْوِيَةِ الْكَلَامِ. عُذْرًا اَوْ نُذْرًا بَيْنَهُمَا طِبَاقٌ."[۳۴] (فَالْعاصِفاتِ عَصْفاً، وَالنَّاشِراتِ نَشْراً، فَالْفارِقاتِ فَرْقاً (بیان کی زیادتی کے لیے مصدر کے ذکر کے ساتھ تاکید ہے اور کلام کی تقویت ہے ان دونوں کے درمیان طباق ہے۔)

سورۃ المرسلات کی ان درج بالا آیات مبارکہ میں سے تین آیات (۲تا۵) میں متعلقہ لفظِ مشتق کے ساتھ اس کے مصدر کی زیادتی جہاں فواصل (اواخر آیات) کی آپس میں موافقت کا موجب ہے وہاں مصدر کا معنی خیز اضافہ کلام کی تقویت وتاکید کا سبب ہے نیز چھ نمبر آیت عُذْرًا اَوْ نُذْرًا میں صنعت طباق کا استعمال بھی بلاغی معنویت کا حامل ہے۔

دسواں مقام

﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۗ قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴾[۳۵] (ڈوب کر سختی سے

أَوْحَيْنَ، فَفَرَّقْنَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، فَأَلْقَيْنَ ذِكْرًا إِلَى الْأَنْبِيَاءِ عُذْراً لِّلْمُحِقِّيْنَ أَوْ نُذْراً لِّلْمُبْطِلِيْنَ. ابو القاسم محمود بن عمرو بن احمد الزمخشری، جار اللہ (المتوفی:۵۳۸ھ)، **الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل** (بیروت: دار الكتاب العربي، ۱۴۰۷ ھ)، ۴: ۶۷۷۔

۳۴۔ الزحیلی، **التفسير المنير**، ۲۹: ۳۱۳۔

۳۵۔ القرآن، ۷۹: ۱۔ ۹۔

کھینچنے والوں کی قسم! بند کھول کر چھڑا دینے والوں کی قسم! اور تیرنے پھرنے والوں کی قسم! پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی قسم! پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی قسم! جس دن کانپنے والی کانپے گی اس کے بعد پیچھے آنے والی (پیچھے پیچھے) آئے گی (بہت سے) دل اس دن دھڑکتے ہوں گے جن کی نگاہیں نیچی ہوں گی)

اس آیتِ مُبارکہ میں ارکانِ قسم

۱- مُقْسِم : اللہ سُبحانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔

۲- مُقْسَم بِه : فرشتے ہیں جو ان پانچ صفات سے متصف ہیں۔*

۳- مُقْسَم عَلَيْه: محذوف ہے کہ تمھیں دوبارہ ضرور زندہ کیا جائے گا۔[۳٦]

۴- اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بہ طورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

اس آیتِ مُبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کو ڈاکٹر وھبہ الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ جِنَاسُ اِشْتِقَاقٌ."[۳۷] (تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ جِناسِ اِشتِقاق ہے۔)

۳٦- درج بالا مضمون اس درج ذیل عربی عبارت کا ملخص ہے: فهذه كلها صفات الملائكة، وقيل: إنها الكواكب الجارية على نظام معين في سيرها، غَرْقاً مسرعة في جريها. نَشْطاً خارجة من برج إلى برج. سَبْحاً سائرة في أفلاكها بهدوء. سَبْقاً مسرعة قبل غيرها في سبحها. فَالْمُدَبِّراتِ أَمْراً تدبر أمرًا نيط بها، كإختلاف الفصول وتقدير الأزمنة وظهور مواقيت العبادات. الزحیلی، **التفسیر المنیر**،۳۰: ۳۳۔
*وجواب القسم محذوف تقديره: لتبعثن، بدليل إنكارهم للبعث في قوله تعالى: أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ۔ المصدر السابق،۳۰: ۳۲۔

۳۷- الزحیلی، **التفسیر المنیر**،۳۰: ۳۳۔

*چوں کہ "تَرْجُفُ" اور "الرَّاجِفَةُ" دونوں رجف مادہ سے مشتق ہیں اس لیے ان کے ما بین جناس اشتقاق ہے۔

جناس اشتقاق کی مزید دو مثالیں درج ذیل ہیں: "ظلمت سنة من أحيا الظلام إلى ... أن اشتكت قدماه الضر من ورم قال: ظلمت وظلام جِنَاسُ اِشْتِقَاقٍ، وَهُوَ كَقَوْلِهِ تعالى: {وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ}

گیارھواں مقام

﴿فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۙ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ ۙ﴿۱۶﴾ وَ الَّیۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ۙ﴿۱۷﴾ وَ الصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۙ﴿۱۸﴾ اِنَّہٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ۙ﴿۱۹﴾ ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ۙ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ﴿ؕ۲۱﴾ وَ مَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿ۚ۲۲﴾ وَ لَقَدۡ رَاٰہُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ ﴿ۚ۲۳﴾ وَ مَا ہُوَ عَلَی الۡغَیۡبِ بِضَنِیۡنٍ ﴿ۚ۲۴﴾﴾[۳۸] (میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے۔ پھر چلنے پھرنے والے چھپنے والے ستاروں کی اور رات کی جب جانے لگے۔ اور صبح کی جب چمکنے لگے۔ یقیناً ایک بزرگ رسول کا کہا ہوا ہے۔ جو صاحب عرش کے پاس مکین اور صاحب قوت ہے۔ اس کی بات مانی جاتی ہے اور وہ امین ہے اور تمھارا ساتھی مجنون نہیں ہے۔ اس نے اسے واضح افق پر دیکھا ہے اور وہ غیب کی باتیں بتانے پر بخیل نہیں ہے۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبحانَہٗ وَتعَالٰی بذات خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہ: پیچھے ہٹنے والے، پھر چلنے پھرنے والے چھپنے والے ستارے، رات کی جب جانے لگے۔ اور صبح کی جب چمکنے لگے۔

۳۔ مُقْسَم عَلَیْہ :یقیناًیہ قرآن کریم ایک بزرگ رسول کا کہا ہوا(پیغام ہے جو اس نے من جانب اللہ کہا ہے۔)

۴۔ اَدَاۃِ قَسَم: "اُقْسِمُ" واحد متکلم کا صیغہ بہ طورِاَداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

اس آیتِ مُبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

حق کی قبولیت اور انکار کے حوالے سے مختلف افراد میں، استعداد مختلف ہوتی ہے؛ چناں چہ جو لوگ سلیم الفطرت ہوتے ہیں ان کو قائل کرنے کے لیے سادہ کلام ہی کافی ہوتا ہے اور ایسے لوگ حق کو بلا تأمل قبول کر لیتے

قلت: أما ظلمت وظلام فإشتقاق بلا خلاف،..." ابن حجۃ الحموی، تقی الدین ابو بکر بن علی بن عبد اللہ الحموی الازراری (المتوفی: ۸۳۷ھ)، **خزانة الأدب وغاية الأرب** (بیروت: دار ومکتبة الهلال، ۲۰۰۴ء)، ۱: ۶۴۔

۳۸۔ القرآن، ۸۱: ۱۵۔ ۲۴۔

ہیں جب کہ کچھ لوگوں کے قلوب واذہان، اپنے گناہوں کی بہ دولت اس قدر مکدر ہو جاتے ہیں کہ ان پر سادہ کلام تو درکنار مؤکد کلام بھی مؤثر ہونا یاتو دشوار ہوتا ہے یا پھر ناممکن ہوتا ہے؛ چناں چہ ایسے مخاطبین جو منکر اور انکاری ہیں، کو قائل کرنے کے لیے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر قسم کو بہ طور تاکید استعمال کیا ہے تاکہ ایسے لوگوں کے قلوب واذہان سے شکوک وشبہات کو زائل کر کے ان میں قرآنی تعلیمات کی صداقت کو جاگزیں کیا جاسکے چناں چہ اس مقام پر بھی اللہ تعالی نے قسم تاکیدی مقصد کے لیے کھائی ہے۔ ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وھبہ الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

بِالْخُنَّسِ وَالْكُنَّسِ بَيْنَهُمَا جِنَاسٌ نَّاقِصٌ. وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ اِسْتِعَارَةٌ تَصْرِيْحِيَّةٌ، شَبَّهَ إِقْبَالَ النَّهَارِ وَانْتِشَارَ الضِّيَاءِ بِنَسَمَاتِ الْهَوَاءِ الْعَلِيْلِ، وَاسْتَعَارَ لَفْظَ التَّنَفُّسِ لِإِقْبَالِ النَّهَارِ بَعْدَ الظَّلَامِ الدَّامِسِ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ كِنَايَةٌ، كَنَّى عَنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَفْظِ صَاحِبُكُمْ. أَمِيْنٍ وَمَكِيْنٍ بَيْنَهُمَا جِنَاسٌ نَّاقِصٌ غَيْرُ تَامٍّ بِالْخُنَّسِ، وَالْكُنَّسِ، وَعَسْعَسَ، وَتَنَفَّسَ إِلَخ سَجَعٌ مُّرَصَّعٌ وَّهُوَ تَوَافُقُ الْفَوَاصِلِ مُرَاعَاةً لِّرُؤُوْسِ الْآيَاتِ.(۳۹)

("بِالْخُنَّسِ وَالْكُنَّسِ" ان دونوں کے درمیان جناس ناقص ہے۔ استعارہ تصریحیہ ہے دن کے آنے اور روشنی کے پھیلنے کو ھوائے علیل کے جھونکوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ سخت اندھیرے کے بعد دن کے آنے کی وجہ سے، لفظ نفس کو بہ طور استعارہ استعمال کیا ہے۔{وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ} کنایہ ہے لفظ صاحب کے ساتھ حضرت محمد ﷺ سے کنایہ کیا ہے۔ امین اور مکین میں جناس ناقص، غیر تام ہے۔ بِالْخُنَّسِ، وَالْكُنَّسِ، وَعَسْعَسَ، وتَنَفَّسَ آخر تک سجع مرصع ہے۔)

بارھواں مقام

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾(۴۰) (مجھے شفق کی قسم! اور رات کی اور اس کی جمع کردہ چیزوں کی قسم! اور چاند کی جب کہ وہ کامل ہو جاتا ہے، یقیناً تم ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچو گے۔)

۳۹۔ الزحیلی، التفسیر المنیر، ۳۰: ۸۷۔

۴۰۔ القرآن، ۸۴: ۱۶تا۱۹۔

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبحانَہٗ وَتَعالٰی بذاتِ خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہٖ : شفق، رات اور اس کی جمع کردہ اشیاء اور مکمل چاند۔

۳۔ مُقْسَم عَلَيْه : انسان کا ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا۔

۴۔ اَدَاۃِ قَسَم: یہاں ''اُقْسِمُ'' واحد متکلم کا صیغہ قسم کے لیے استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قیامت کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وھبہ الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وَسَق واتَّسَق بَيْنَهُمَا جِناسٌ نَّاقِصٌلتر ``ْكَبُنَّ طَبَقاً عَنْ طَبَقٍ كِنَايَةٌ، كَنَّى بِهِ عَنِ الشِّدَّةِ وَالْأَهْوَالِ الَّتِي يَتَعَرَّضُ لَهَاالْإِنْسَانُ.فَبَشِّرْهُمْ بِعَذابٍ أَلِيمٍ أُسْلُوْبٌ تهكُّمِيٌّ، اِسْتِعْمَالُ الْبَشَارَةِ فِيْ مَوْضِعِ الْإِنْذَارِ تهكُّمٌ وَّسُخْرِيَّةٌ بِالْكُفَّارِ.

فَلاسُأُقْم بألِشفقَّ، ِوالليلَّ ْوِماَ وسَق، َوالقمْرَ إِذا اِتسَّق، َلتر ``ْكَبُنَّ طَبَقاً عَنْ طَبَقٍ سَجَعٌ مُّرَصَّعٌ[۴۱]

(وَسَقَ واتَّسَقَ کے مابین جناس ناقص ہے لتر ``ْكَبُنَّ طَبَقاً عَنْ طَبَقٍ} کنایہ ہے اس سختی اور خوف ناکیوں سے جو انسان کو لاحق ہوتی ہیں۔۔فلاَ أقسُمْ بألِشفقَّ، ِوالليلَّ ْوِماَ وسَق، َوالقمْرَ إِذا اِتسَّق، َلتر ``ْكَبُنَّ طَبَقاً عَنْ طَبَقٍ} سجع مرصع ہے۔*)

{فَلا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ، وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ}' قسم سے پہلے ' لا' اسی طرح آیا ہے جس طرح ' {لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ}' اور متعدد دوسری قسموں سے پہلے آیا ہے۔ ہم اس کی وضاحت بار بار کر چکے ہیں کہ نہ یہ زائد ہوتا ہے اور نہ قسم کی نفی کے لیے، بلکہ یہ قسم سے پہلے مخاطب کے اس زعم باطل کی پیشگی نفی کے لیے آتا ہے

۴۱۔ الزحیلی، التفسیر المنیر، ۳۰: ۱۴۵۔

جس کی تردید قسم سے مقصود ہوتی ہے۔ اس اسلوب میں یہ بلاغت ہے کہ متکلم مخاطب کے زعم باطل کی تردید میں اتنا توقف بھی گوارا کرنے پر تیار نہیں ہے کہ دلیل بیان کرنے کے بعد اس کی تردید کرے بلکہ کلام کا آغاز ہی اس کی تردید سے کرتا ہے۔ یہ اسلوب ایک فطری اسلوب ہے اور ہر قابل ذکر زبان میں موجود ہے۔[۴۲]

تیرھواں مقام

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ؕ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ﴾[۴۳] (برجوں والے آسمان کی قسم! وعدہ کیے ہوئے دن کی قسم! حاضر ہونے والے اور حاضر کیے گئے کی قسم! (کہ) خندقوں والے ہلاک کیے گئے، وہ ایک آگ تھی ایندھن والی جب کہ وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے تھے۔)

اس آیتِ مُبارکہ میں اَرکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہٖ: برجوں والے آسمان، یوم موعود اور شاہد و مشہود کی قسم کھائی گئی ہے۔

۳۔ مُقْسَم عَلَیْہ : محذوف ہے۔

۴۔ اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بہ طورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وھبہ الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”وَشاهِدٍ وَمَشْهُودٍ بَيْنَهُمَا جِناسُ اِشْتِقَاقٍ*.وَما نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِتَأْكِيْدُ الْمَدْحِ بِمَا يَشْبَهُ الذَّمَّ، كَأَنَّهُ يَقُوْلُ: لَا جَرَمَ لَهُمْ إِلَّا إِيْمَانُهُمْ بِاللهِ، وَهذِهِ مفخرَةٌ عُظْمي.الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ صِيْغَةٌ مُّبَالَغَةٌ.“[۴۴]({وَشاهِدٍ وَمَشْهُودٍ }ان دونوں کے درمیان

۴۲۔ اصلاحی، **تدبر قرآن**،۹: ۲۷۶۔

۴۳۔ القرآن، ۸۵: ۱۔ ۶۔

۴۴۔ الزحیلی، **التفسیر المنیر**،۳۰: ۱۵۵۔

جناس اشتقاق ہے۔{وَما نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ}مَا يَشْبَهُ الذَّمَ کے ساتھ مدح کی تاکید ہے گویا کہ اللہ تعالی کہتے ہیں: ان کے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ اللہ غالب پر ایمان لانے کا راستہ ہے، یہ عظیم قابل فخر دعوی ہے۔"الْعَزِيز الْحَمِيد"صیغہ مبالغہ ہے۔

چودھواں مقام

﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴾[۴۵] (قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں روشن ہونے والے کی۔تجھے معلوم بھی ہے کہ وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟وہ روشن ستارہ ہے۔ کوئی ایسا نہیں جس پر نگہبان فرشتہ نہ ہو۔)

اس آیتِ مُبارکہ میں اَرکانِ قسم

۱- مُقْسِم : اللہ سُبحانَہٗ وَتعالٰی بذات خود ہے۔

۲- مُقْسَم بِہ : آسمان اور روشن ستارے کی قسم کھائی گئی ہے۔

۳- مُقْسَم عَلَيْه : کوئی ایسا نہیں جس پر نگہبان فرشتہ نہ ہو۔

۴- اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بہ طورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

اس آیتِ مُبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کو ڈاکٹر وھبہ الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "وَما أَدْراكَ مَاالطَّارِقُ؟ اِسْتِفْهَامٌ لِّلتَّفْخِيْمِ وَالتَّعْظِيْمِ وَرِفْعَةِ الشَّأْنِ."[۴۶] {وَما أَدْراكَ مَاالطَّارِقُ}(تجھے معلوم بھی ہے کہ وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟یہاں استفہام تفخیم، تعظیم اور رفعت شان کے لیے ہے۔)

روشن ستارے کی قسم اس کے ایسے نام سے کھائی جس میں ابہام تھا یعنی رات کو نمودار ہونے والی چیز سے اسے تعبیر کر کے اس کی قسم کھائی۔ پھر اس کے بارے میں سوال کیا کہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟ پھر خود

۴۵- القرآن،۸۶: ۱-۴۔

۴۶- الزحیلی، التفسیر المنیر،۳۰: ۱۷۴۔

ہی کہا کہ وہ روشن ستارہ ہے۔ قرآن کریم کا یہ انداز مقسم بہ اور مقسم علیہ کی تفخیم، تعظیم اور رفعت شان کا غماز ہے۔

پندرھواں مقام

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۙ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ﴾[۴۷] (بارش والے آسمان کی قسم! اور پھٹنے والی زمین کی قسم! بے شک یہ (قرآن) البتہ دوٹوک فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔ یہ ہنسی کی (اور بے فائدہ) بات نہیں۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبحانَہٗ وَتعَالٰی بذات خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہ : بارش والا آسمان اور پھٹنے والی زمین ہے۔

۳۔ مُقْسَم عَلَیْہ : بے شک یہ (قرآن) البتہ دوٹوک فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔ یہ ہنسی کی (اور بے فائدہ) بات نہیں۔

۴۔ اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بہ طورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قیامت کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے۔ مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وھبہ الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "اَلسَّماء وَالْأَرْض بَيْنَهُما طِبَاقٌ، وَّكَذَا بَيْنَ (الْفَصْلِ.. وَالْهَزْلِ) .وَالسَّماءِ ذاتِ الرَّجْعِ، وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ سَجَعٌ رَصِيْنٌ يَّزِيْدُ فِيْ جَمَال الْأُسْلُوْبِ، وَمَثَلُهُ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ، وَما هُوَ بِالْهَزْلِ."[۴۸] ("اَلسَّماء اور اَلْأَرْض" ان دونوں کے درمیان طباق ہے اسی طرح (فصل۔۔اور

۴۷۔ القرآن،۸۶: ۱۱ – ۱۳۔

۴۸۔ الزحیلی،التفسیر المنیر،۳۰: ۱۸۰۔

هزل) کے درمیان طِباق ہے۔ {وَالسَّماءِ ذاتِ الرَّجْعِ، وَالْأَرْضِ ذاتِ الصَّدْعِ} پختہ سجع ہے جو اسلوب کے جمال میں اضافہ کرتی ہے، {إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ، وَما هُوَ بِالْهَزْلِ} اسی کی مثل ہے۔)

سولھواں مقام

﴿وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴾[۴۹]

(قسم ہے فجر کی! اور دس راتوں کی! اور جفت اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلنے لگے کیا ان میں عقل مند کے واسطے کافی قسم ہے۔)

ان آیات مبارکہ میں اَرکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبحانَہٗ وَتعَالٰی بذات خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہٖ : فجر، دس راتیں، جفت اور طاق اور رات جب وہ چلنے لگے۔

۳۔ مُقْسَم عَلَيْہ : محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ تمھیں ضرور زندہ کیا جائے گا۔

۴۔ اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بہ طورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم اور اسلوب قرآن بلاغی مَعنَوِیَّت کے کون کون سے پہلو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے ان کو ڈاکٹر وہبہ بن مصطفی الزحیلی یوں بیان کرتے ہیں: ”أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعادٍ اِسْتِفْهَامٌ تَقْرِيْرِيٌّ، لِتَفْخِيْمِ شَأْنِ الْأُمُوْرِ الْمُقْسَمِ بِهَا.اَلشَّفْعِ وَالْوَتْرِ بَيْنَهُمَا طِبَاقٌ.وَّلَيَالٍ عَشْرٍ، وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ، وَاللَّيْلِ إِذا يَسْرِ سَجَعٌ رَّصِينٌ غَيْرُ مُتُكَلَّفٍ، وكذَاقَوْلُهُ:وَثَمُودَ الَّذِينَ جابُوا الصَّخْرَ بِالْوادِ، وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتادِ، الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلادِ.“[۵۰] ({أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعادٍ}مُقْسَم بِہَا اُمُوْر کی شان کو بڑھانے کے لیے استفہام تقریری ہے۔”الشَّفْع“اور”الْوَتْر“ان دونوں کے

۴۹۔ القرآن،۸۹ :۱۔ ۵۔

۵۰۔ الزحیلی،التفسیر المنیر،۳۰: ۲۲۲۔

درمیان طباق* ہے۔{وَلَيالٍ عَشْرٍ، وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ، وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ} مستحکم مضبوط اور بغیر کسی تکلف کے سجع ہے۔اسی طرح اللہ تعالی کا یہ فرمان:{وَثَمُودَ الَّذِينَ جابُوا الصَّخْرَ بِالْوادِ، وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتادِ، الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلادِ} مستحکم مضبوط اور بغیر کسی تکلف کے سجع ہے۔)

سترھواں مقام

﴿لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ﴾[۵۱] (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔اور آپ اس شہر میں مقیم ہیں اور (قسم ہے) انسانی باپ اور اولاد کی، یقیناً ہم نے انسان کو (بڑی) مشقت میں پیدا کیا ہے۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِه :مکہ مکرمہ،والد اور مولود مُقْسَم بِھا ہیں۔

۳۔ مُقْسَم عَلَيْه : انسان کا یہ حال کہ اسے اس دنیا میں مشقت اور تکلیف میں پیدا کیا گیا ہے۔

۴۔ اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بہ طورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قیامت کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے۔ مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وہبہ الزحیلی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لَا أُقْسِمُ بِهذَا الْبَلَدِ أَيْ أُقْسِمُ بِهذَا الْبَلَدِ، وَزِيَادَةُ لَا لِتَأْكِيدِ لِكَلَامِ وَتَأْكِيدِ الْقَسَمِ، تَقُوْلُ: لَا وَاللّٰهِ مَا قُلْتُ كَذَا، أَيْ وَاللّٰهِ. وَهَذَا مُسْتَفِيضٌ فِي لُغَةِ الْعَرَبِ وَوَالِدٍ وَما وَلَدَ بَيْنَهُمَا جِنَاسُ اشْتِقَاقٍ، فَكُلٌّ مِّنَ الْوَالِدِ وَالْوَلَدِ مُشْتَقٌّ مِّنَ الْوِلَادِ.أَيَحْسَبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ اِسْتِفْهَامٌ إِنْكَارِيٌّ لِلتَّوْبِيخِ،

۵۱۔ القرآن،۹۰: ۱ – ۴۔

وَكَذَا قَوْلُهُ: أَيَحْسَبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ. لا أُقْسِمُ بِهذَا الْبَلَدِ، وَأَنْتَ حِلٌّ بِهذَا الْبَلَدِ، ووالِدٍ وما وَلَدَ، لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسانَ فِي كَبَدٍ تَوَافُقُ الْفَوَاصِلِ مُرَاعَاةٌ لِّرُؤُوْسِ الْآيَاتِ. (۵۲)

({لَا أُقْسِمُ بِهذَا الْبَلَدِ} یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں قسم اور کلام کی تاکید کے لیے "لا" کا اضافہ ہے۔ تم کہتے ہو: "لَا وَاللّٰہِ مَا قُلْتُ كَذَا، أَيْ وَاللّٰہِ." یعنی اللہ کی قسم۔ یہ لغت عرب میں متداول ہے۔ "وَوالِدٍ وَما وَلَدَ" ان دونوں کے درمیان جناس اشتقاق ہے۔ "والد" اور "ولد" میں سے ہر ایک "ولاد" سے مشتق ہے۔{أَيَحْسَبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ} زجر و توبیخ کے لیے یہ استفہام انکاری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی کا قول: {أَيَحْسَبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ} ہے۔{لا أُقْسِمُ بِهذَا الْبَلَدِ، وَأَنْتَ حِلٌّ بِهذَا الْبَلَدِ، ووالِدٍ وما وَلَدَ، لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسانَ فِي كَبَدٍ} ان آیات میں ان کے رؤوس کی رعایت کرتے ہوئے ان کے فواصل باہم موافق ہیں۔)(۵۳)

اٹھارواں مقام

﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا﴾ (۵۴) (قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی، قسم ہے چاند کی جب اس کے پیچھے آئے، قسم ہے دن کی جب سورج کو نمایاں کرے، قسم ہے رات کی جب اسے ڈھانپ لے، قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے کی، قسم ہے زمین کی اور اسے ہم وار کرنے کی، قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی۔ پھر سمجھ دی اس کو بدکاری کی اور بچ کر نکلنے کی۔ جس نے اسے پاک کیا وہ کام یاب ہوا، اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱- مُقْسِم : اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔

۲- مُقْسَم بِهٖ: (یہاں سات اشیا کی قسم اٹھائی گئی ہے جو کہ یہ ہیں) سورج اور اس کی دھوپ، چاند جب اس

۵۲- الزحیلی، التفسیر المنیر،۳۰: ۲۴۳۔

۵۳- "وَأَوَاخِرُ الْآيَاتِ فِيْ كِتَابِ اللهِ فَوَاصِلَ بِمَنْزِلَةِ قَوَافِي الشِّعْرِ" الزحیلی، التفسیر المنیر،۳۰: ۸۷۔ اللہ تعالی کی کتاب میں آیات کے اَوَاخِرِ شعر کے قَوَافِی کے بہ منزلہ ہیں۔

۵۴- القرآن،۹۱: ۱– ۸۔

کے پیچھے آئے، دن کی جب سورج اس کو نمایاں کرے، رات کی جب اسے ڈھانپ لے، آسمان کی اور اس کے بنانے کی، زمین کی اور اسے ہم وار کرنے کی، نفس کی اور اسے درست بنانے کی اور اس نفس کو بدکاری کی اور بچ کر نکلنے کی سمجھ دینے کی (قسم ہے)۔

۳- مُقْسَم عَلَیْه : جس نے اسے (نفس کو) پاک کیا وہ کام یاب ہوا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔

۴- اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بہ طورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قیامت کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز تاکید کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے۔ مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وھبہ الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بَيْنَهُمَا طِبَاقٌ، وَّكَذَا بَيْنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَبَيْنَ فُجُوْرِهَا وَتَقْواهَا.وَالنَّهارِ إِذا جَلَّاها مُقَابَلَةٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَ وَاللَّيْلِ إِذا يَغْشَاهَا وَكَذَا بَيْنَ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاها وَبَيْنَ وَقَدْ خابَ مَنْ دَسَّاهَا. وَالطِّبَاقُ وَالْمُقَابَلَةُ مِنَ الْمُحَسِّنَاتِ الْبَدِيْعِيَّةِ، كَمَا هُوَ مَعْرُوْفٌ.فِي السُّوْرَةِ كُلِّهَا سَجَعٌ مُّرَصَّعٌ وَّهُوَ تَوَافُقُ الْفَوَاصِلِ مُرَاعَاة لِّرُؤُوْسِ الْآيَاتِ.[۵۵]

(''اَلشَّمْس'' اور ''اَلْقَمَر'' ان دونوں کے درمیان طِباق ہے اسی طرح: ''وَاللَّيْلِ وَالنَّهارِ'' اور ''فُجُورَها وَتَقْواها'' کے مابین طِباق ہے۔ ''وَالنَّهارِ إِذا جَلَّاها''، ''وَاللَّيْلِ إِذا يَغْشاها''، ''قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاها'' اور ''وَقَدْ خابَ مَنْ دَسَّاها'' کے درمیان مقابلہ ہے۔ طباق اور مقابلہ محسنات بدیعیہ میں سے ہیں۔ جس طرح وہ مشہور ہے۔ ساری سورت میں سجع مرصع ہے۔ سجع مرصع سے مراد آیات کے رؤوس کی رعایت کرتے ہوئے فواصل کا باہم موافق ہونا ہے۔)

۵۵- الزحیلی، التفسیر المنیر، ۳۰: ۲۵۷۔

انیسواں مقام

﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰٓى ۙ اِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتّٰى ؕ﴾[۵۶] (قسم ہے رات کی! جب چھا جائے، اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو، اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا۔ یقیناً تمھاری کوشش مختلف قسم کی ہے۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہ : رات جب چھا جائے، دن جب روشن ہو اور وہ ذات جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا۔

۳۔ مُقْسَم عَلَیْہ : یقیناً تمھاری کوشش مختلف قسم کی ہے (لہٰذا تمھیں تمھاری مختلف کوششوں کی مختلف جزا دی جائے گی)۔

۴۔ اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بہ طورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قیامت کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے۔ مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعۡنَوِیَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وھبہ بن مصطفی الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "اللَّيْلِ والنَّهارِ بَيْنَهُما طِباقٌ، وَكَذا بَيْنَ الذَّكَرِ وَالْأُنْثى وَبَيْنَ الْيُسْرَى، وَالْعُسْرَى وَبَيْنَ صَدَّقَ وكَذَّبَ."[۵۷] ("اَللَّيْل "اور"اَلنَّهار" کے درمیان طباق ہے اسی طرح:"الذَّكَر" اور "اَلْأُنْثى"،"اليسرى والعسرى"اور"صَدَّقَ وكَذَّبَ" کے درمیان طباق ہے۔)

بیسواں مقام

﴿وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى ؕ﴾

۵۶۔ القرآن، ۹۲: ۱-۴۔

۵۷۔ الزحیلی، التفسیر المنیر، ۳۰: ۲۶۸۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾[۵۸] (قسم ہے چاشت کے وقت کی! اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے! نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ بیزار ہو گیا ہے۔ یقیناً تیرے لیے انجام آغاز سے بہتر ہو گا۔ تجھے تیرا رب بہت جلد (انعام) دے گا اور تو راضی (وخوش) ہو جائے گا۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اَللّٰہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہ : چاشت کا وقت اور رات جب چھا جائے۔

۳۔ مُقْسَم عَلَیْہ : اللہ تعالی نے محمد کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو چھوڑا ہے نہ اس سے ناراض ہوا ہے بلکہ اس کے لیے انجام آغاز سے بہتر ہو گا اور اس کا رب اسے اتنا زیادہ عطا کرے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کو ڈاکٹر وھبہ الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:
"لَلْآخِرَةُ والْأُولى بَيْنَهُمَا طِبَاقٌ أَيْ بَيْنَ الْآخِرَةِ وَالدُّنْيَا."[۵۹] ("اَلْآخِرَة" اور "اَلْأُولى" ان دونوں کے درمیان طباق ہے۔)

اکیسواں مقام

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾[۶۰] (قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی! اور طور سینین کی! اور اس امن والے شہر کی۔ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اَللّٰہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔

۵۸۔ القرآن، ۹۳: ۱۔ ۵۔

۵۹۔ الزحیلی، التفسیر المنیر، ۳۰: ۲۸۱۔

۶۰۔ القرآن، ۹۵: ۱۔ ۴۔

۲- مُقْسَم بِه : انجیر، زیتون، طور سینین اور امن والا شہر (مکہ مکرمہ) ان آیات میں مُقْسَم بِہا ہیں۔

۳- مُقْسَم عَلَيْه : یقیناً اللہ تعالی کا انسان کو بہترین صورت میں پیدا کرنا ہے۔

۴- اَدَاةِ قَسَم: یہاں واو بہ طور اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قیامت کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے۔ مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِيَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وھبہ بن مصطفی الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ إِنْ أُرِيْدَ مَوْضِعُهُمَا وَهُمَا الشَّامُ وَبَيْتُ الْمُقَدَّسِ، فَهُوَ مَجَازٌ مُرْسَل عِلَاقَتُهُ الْحَالِّيَةُ بِإِطْلَاقِ الْحَالِّ وَإِرَادَةِ الْمَحَلِّ، مَثَل: إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ [الانفطار ٨٢/ ١٣] فَالنَّعِيْمُ مَجَازٌ، وَّهُوَ شَيْءٌ مَّعْنَوِيٌّ يَّحِلُّ فِي الْجَنَّةِ، وَالْجَنَّةُ مَحَلٌّ لَّهُ، وَهُوَ حَالٌّ فِيْهَا، فَأَطْلِقَ عَلَى سَبِيْلِ الْمَجَازِ الْمُرْسَلِ الَّذِيْ عِلَاقَتُهُ الْحَالِّيَةُ.أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ وأَسْفَلَ سَافِلِينَ بَيْنَهُمَا طِبَاقٌ.- - -الْبَلَدِ الْأَمِينِ ، أَسْفَلَ سافِلِينَ، بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ سَجَعٌ مُّرَصَّعٌ.[۶۱]

({وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ} اگر اس سے دو مقامات شام اور بیت المقدس مراد لیے جائیں تو یہ مجاز مرسل ہے ان کے مابین تعلق حال کا ہے؛ کیوں کہ حال بول کر اس سے مراد محل ہے۔ جیسے: {إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ} [الانفطار ۸۲/۱۳] ہے۔ پس نعیم مجاز ہے، اور وہ معنوی چیز ہے جو جنت میں ہوگی۔ جنت اس کا محل ہے اور وہ اس میں ہوگا، چناں چہ وہ مجاز مرسل کے طور پر بولا گیا ہے۔ ان کے مابین بھی تعلق حال کا ہے۔ "أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ وأَسْفَلَ سافِلِينَ" ان دونوں کے مابین طباق ہے---'الْبَلَدِ الأَمِينِ، أَسْفَلَ سافِلِينَ، بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ" سَجع مُرَصَّع ہے۔)

بائیسواں مقام

﴿وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ

۶۱- الزحیلی، التفسیر المنیر، ۳۰: ۲۸۱۔

انَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ﴾[۶۲] (ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑنے والوں کی قسم! پھر صبح کے وقت دھاوا بولنے والوں کی قسم! پس اس وقت گرد و غبار اڑاتے ہیں، پھر اسی کے ساتھ فوجوں کے درمیان گھس جاتے ہیں۔ یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔)

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذاتِ خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بِہ : وہ گھوڑے ہیں جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر (پتھر پر) ٹاپ مار کر چنگاریاں اڑاتے ہیں پھر صبح کے وقت تاخت و تاراج کرتے ہیں پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں پھر اس وقت (دشمنوں کی) جماعت میں جا گھستے ہیں (مراد اس سے لڑائی کے گھوڑے ہیں۔ جہاد ہو یا غیر جہاد، عرب چوں کہ حرب و ضرب اور جنگ کے عادی تھے جس کے لیے وہ گھوڑے پالتے تھے ان کی مناسبت سے ان جنگی گھوڑوں کی قسم کھائی گئی۔

۳۔ مُقْسَم عَلَیْہ : بے شک (کافر) آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے۔

۴۔ اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بہ طورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قیامت کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے۔ مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وہبہ الزحیلی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: 'إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَخَبِيرٌ اَلتَّأْكِيْدُ بِإِنَّ وَاللَّامُ لِزِيَادَةِ التَّقْرِيْرِ وَالْبَيَانِ.لَشَهِيدٌ لَشَدِيدٌ بَيْنَهُمَا جِنَاسٌ نَّاقِصٌ، وَّكَذَلِكَ بَيْنَ ضَبْحاً وصُبْحاً."[۶۳] ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَخَبِيرٌ﴾ ,"اِنَّ" کے ساتھ تاکید ہے اور لام تقریر و بیان کی زیادتی کے لیے ہے۔" لَشَهِيدٌ

۶۲۔ القرآن،۱۰۰: ۱۔ ۶۔

۶۳۔ الزحیلی، **التفسیر المنیر**،۳۰: ۳۶۸۔

لَشَدِیدٌ "ان دونوں کے درمیان جناس ناقص ہے، اسی طرح "ضَبْحاً وصُبْحاً" کے درمیان (جناس ناقص) ہے۔)

تئیسواں مقام

﴿وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝﴾ (۶۴) (زمانے کی قسم! بے شک (بالیقین) انسان سر تا سر نقصان میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنھوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔)

ان آیات مبارکہ میں اَرکانِ قسم

۱۔ مُقْسِم : اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔

۲۔ مُقْسَم بہ : "العصر"(۶۵) کی قسم کھائی گئی ہے۔

۶۴۔ القرآن،۱۰۳: ۱۔ ۳۔

۶۵۔ العصر کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد* دہر ہے۔ دہر سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت ذیل میں دی جاتی ہے:
۱۔ زمانہ چوں کہ زمانہ عجائبات پر مشتمل ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے۔ "وَالْعَصْرِ والدهر، أقسم الله به لاشتماله على الأعاجيب" ،الزحیلی، **التفسير المنير**،۳۰: ۳۹۲؛ "وَالْعَصْرِ أَيِ الدَّهْرِ،۔۔۔القرطبی ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی (المتوفی: ۶۷۱ھ)، **الجامع لأحكام القرآن الشهير بتفسير القرطبي**(قاہرہ: دار الكتب المصرية، ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء)،۲۰: ۱۷۸۔ ۱۷۹۔
۲۔العصر کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد صلاۃ عصر ہے۔(۳) العصر کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد وقت عصر ہے "صلاة العصر، أو وقت العصر من بعد الزوال إلى الغروب. وَالْعَصْرِ والدهر، أقسم الله به لاشتماله على الأعاجيب" الزحیلی، التفسیر المنیر،۳۰: ۳۹۲۔
۴۔ العصر کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد دن اور رات ہیں "وَقِيلَ: الْعَصْرُ: اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ." القرطبی، **تفسير القرطبي**،۲۰: ۱۷۹۔
۵۔ العصر کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد نبی کریم کا دور مسعود ہے "وَقِيلَ: هُوَ قَسَمٌ بِعَصْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِفَضْلِهِ بِتَجْدِيدِ النُّبُوَّةِ فِيهِ" نفس مصدر،۲۰: ۱۷۹۔
۶۔ رب عصر کی قسم "وَقِيلَ: مَعْنَاهُ وَرَبِّ الْعَصْرِ." نفس مصدر،۲۰: ۱۷۹۔

۳- مُقْسَم عَلَيْه: ان لوگوں کے سوا جن کو اللہ تعالی مستثنی کر لیتا ہے تمام انسان خسارے میں ہیں۔

۴- اَدَاةِ قَسَم: یہاں واو بہ طورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

ان آیات مبارکہ میں بھی مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قیامت کی حقانیت کو قسم کھا کر نیز دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے۔ مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت کے مختلف پہلوؤں کو ڈاکٹر وھبہ بن مصطفی الزحیلی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

إِنَّ الْإِنْسانَ أَيِ النَّاسَ بِدَلِيلِ الاِسْتِثْنَاءِ، فَهُوَ إِطْلَاقُ الْبَعْضِ وَإِرَادَةُ الْكُلِّ. لَفِي خُسْرٍ اَلتَّنْكِيْرُ لِلتَّعْظِيْمِ، أَيْ فِيْ خُسْرٍ عَظِيْمٍ وَتَواصَوْا بِالْحَقِّ، وَتَواصَوْا بِالصَّبْرِ إِطْنَابٌ بِتَكْرَارِ الْفِعْلِ، لِزِيَادَةِ الْعِنَايَةِ بِهِ. وَتَواصَوْا بِالصَّبْرِ بَعْدَ قَوْلِهِ: بِالْحَقِّ خَاصٌّ بَعْدَ عَامٍ، فَإِنَّ الصَّبْرَ دَاخِلٌ فِيْ عُمُوْمِ الْحَقِّ، إِلَّا أَنَّهُ خَصَّصَهُ بِالذِّكْرِ لِلاِهْتِمَامِ بِهِ بِعَيْنِهِ الْعَصْرِ، بِالصَّبْرِ، خُسْرٍ سَجَعٌ عَفَوِيٌّ غَيْرُ مُتَكَلِّفٍ، وَّهُوَ مِنَ الْمُحسنَاتِ الْبَدِيْعِيَّة. (۶۶)

(بے شک انسان یعنی سارے لوگ استثنا کی دلیل کی بہ دولت بعض لوگ بول کر سارے لوگ مراد ہیں۔ "لَفِي خُسْرٍ" میں تنکیر تعظیم کے لیے ہے یعنی عظیم خسارے میں ہیں۔ "وَتَواصَوْا بِالْحَقِّ، وَتَواصَوْا بِالصَّبْرِ" میں فعل کے تکرار کی بہ دولت اطناب ہے" تاکہ اس کی طرف قاری مزید توجہ دے۔ اللہ تعالی کے قول "بِالْحَقِّ" کے بعد "وَتَواصَوْا بِالصَّبْرِ" عام کے بعد خاص ہے؛ کیوں کہ صبر حق کے عموم میں داخل ہے اس کا خصوصی ذکر اس کے خاص اہتمام کی بہ دولت ہے "الْعَصْرِ، بِالصَّبْرِ، خُسْرٍ" بغیر کسی تکلف کے سجع عفوی یعنی عمدہ اور بہترین سجع ہے اور یہ مُحَسِّنَات بَدِيْعِيَّه (بہترین لفظی اور معنوی خوبیوں کا حامل کلام) میں سے ہیں۔)

درج بالا عبارت میں اطناب کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے اس کی وضاحت درج ذیل ہے: "اطناب سے مراد مبالغہ کرنا ہے۔"(۶۷)

۶۶- الزحیلی، التفسیر المنیر، ۳۰: ۳۹۲۔

۶۷- المنجد، (مترجم: مولانا سعد حسن خان یوسفی، پروفیسر عبد الصمد صارم ازہری، مولانا سید حسن، مولانا نور احمد قاسمی و پروفیسر محبوب الہی (کراچی: دارالاشاعت، ۱۳۹۴ھ / ۲۳ر ستمبر ۱۹۷۴ء)، ۶۱۵۔

الإِطْنَابُ فِي الكَلَامِ إِنَّمَا هُوَ بَيَانٌ، وَالْبَيَانُ لَا يَكُوْنُ إِلَّا لِلإِشْبَاعِ، وَأَفْضَلُ الكَلَامِ أَبْيَنُهُ، وَالْإِيْجَازُ لِلْخِوَاصِّ، والإِطْنَابُ يُشْتَرَكُ فِيهِ الخَوَاصُّ وَالعَوَامُ، وَالأَمْرُ مَا أُطْنِبَ فِي الْكُتُبِ السُّلْطَانِيَّةِ فِي إِفْهَامِ الرَّعَايَا. وَكَمَا أَنَّ الْإِيْجَازَ لَهُ مَوْضِعٌ، فَكَذَلِكَ الإِطْنَابُ لَهُ مَوْضِعٌ، وَالْحَاجَةُ إِلَى الْإِيْجَازِ فِيْ مَوْضِعِهِ، كَالْحَاجَةِ إِلَى الإِطْنَابِ فِيْ مَوْضِعِهِ.(۶۸)

(کلام میں اطناب صرف اور صرف بیان ہے، اور بیان اشباع کے لیے ہوتا ہے۔ بہترین کلام وہ ہے جو زیادہ واضح ہو، ایجاز خواص کے لیے ہے۔۔۔، جس طرح ایجاز کے لیے ایک خاص مقام ہوتا ہے اسی طرح اطناب کے لیے بھی ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ اپنے مقام پر ایجاز کی بھی ضرورت ویسے ہی ہوتی ہے جیسے اپنے خاص مقام پر اطناب کی ضرورت ہوتی ہے۔)

والإِطْنابُ: الْبَلَاغَةُ فِي المَنْطِقِ والوَصْفِ، مَدْحًا كَانَ أَو ذَمًّا. وأَطْنَبَ فِي الْكَلَامِ: بالَغَ فِيهِ. والإِطْنابُ: المُبَالَغَةُ فِي مَدْحٍ أَو ذَمٍّ والإِكثارُ فِيهِ. والمُطْنِبُ: المدَّاحُ لِكُلِّ أَحد. ابْنُ الأَنباري: أَطْنَبَ فِي الْوَصْفِ إِذا بَالَغَ واجْتَهد.(۶۹)

(اطناب: گفت گو اور بیان میں بلاغت، مدح ہو یا ذم، "وأَطْنَبَ فِي الْكَلَامِ" اس نے اس میں مبالغہ کیا، اطناب: مدح یا ذم میں مبالغہ کرنا اور اس میں زیادتی کرنا۔ مطنب: ہر ایک کی مدح میں بہت زیادتی کرنے والا۔ ابن الانباری کہتے ہیں: أَطْنَبَ فِي الْوَصْفِ، جب وہ مبالغہ کرے اور اس میں کوشش کرے۔)

نتائج تحقیق

اس مضمون میں "آیات و مخلوقات کی قرآنی قسموں کی بلاغی مَعْنَوِیَّت، مُنتخب تفسیری ادب کی روشنی میں ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ" کو اس اسلوب میں بیان کیا گیا ہے کہ اَقسَامُ القُرآن کی بلاغی مَعْنَوِیَّت واضح اور آشکار ہو جاتی ہے؛ چناں چہ اس تحقیقی مضمون میں ان اَقسامُ القُرآن کی بلاغی قدر و منزلت سے آگاہی فراہم کی گئی

۶۸- نصر اللہ بن محمد بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی الجزری،، ابو الفتح، ضیاء الدین، المعروف بابن الاثیر الکاتب (المتوفی: ۶۳۷ھ)، **الجامع الكبير في صناعة المنظوم من الكلام والمنثور** (بغداد: مطبعة المجمع العلمی العراقی، ۱۳۷۵ھ)، ۱: ۱۴۷۔

۶۹- ابن منظور، **لسان العرب**، ۱: ۵۶۲۔

ہے۔ اس تحقیق کے اہم ترین فوائد و نتائج درج ذیل ہیں:

۱۔ اس مضمون میں قرآن کریم کے مختلف تئیس (۲۳) مقامات پر آیات و مخلوقات کی کھائی گئی قسموں کی بلاغی معنویت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آیات مبارکہ میں پائے جانے والے ارکانِ قسم (مُقْسِم، مُقْسَم بِہ، مُقْسَم عَلَیْہ اور اَدَاۃِ قَسَمْ) بیان کیے گئے ہیں۔

۲۔ اس مضمون میں آیات و مخلوقات کی قرآنی قسموں پر مشتمل آیات مبارکہ میں پائے جانے والے بلاغی معنویت کے مختلف بلاغی پہلو جیسے سجع، سجع لطیف، سجع مرصع، جناس، تجنیس، تَجْنِیْسُ الْاِشَارہ، جناس ناقص، جناس اشتقاق، مجاز مرسل، اطناب، طباق (تطبیق، تضاد اور تکافو)، طباق ایجاب اور طباق سلب، اَوَاخِرِ آیات (فواصل) کو بیان کیا گیا ہے اور ان اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔

۳۔ اس مضمون میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیات و مخلوقات کی بعض قرآنی قسمیں شہادت کے طور پر کھائی گئی ہیں۔

۴۔ حق کی قبولیت اور انکار کے حوالے سے مختلف افراد میں، استعداد مختلف ہوتی ہے چناں چہ جو لوگ سلیم الفطرت ہوتے ہیں ان کو قائل کرنے کے لیے سادہ کلام ہی کافی ہوتا ہے اور ایسے لوگ حق کو بلا تامل قبول کر لیتے ہیں؛ جب کہ کچھ لوگوں کے قلوب و اذہان، اپنے گناہوں کی بہ دولت اس قدر مکدر ہو جاتے ہیں کہ ان پر سادہ کلام تو درکنار مؤکد کلام بھی مؤثر ہونا یا تو دشوار ہوتا ہے یا پھر ناممکن ہوتا ہے؛ چناں چہ ایسے مخاطبین جو منکر اور انکاری ہیں، کو قائل کرنے کے لیے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر قسم کو بہ طور تاکید استعمال کیا ہے تا کہ ایسے لوگوں کے قلوب و اذہان سے شکوک و شبہات کو زائل کر کے ان میں قرآنی تعلیمات کی صداقت کو جاگزیں کیا جا سکے چناں چہ اس مقام پر بھی اللہ تعالی نے قسم تاکیدی مقصد کے لیے کھائی ہے۔

۵۔ بعض آیات و مخلوقات کی قرآنی قسموں میں مخاطبین کے انکار کی شدت کے باعث قسم کو مزید دو تاکیدات کے ساتھ موکد کر کے بیان کیا گیا ہے۔ مخاطبین کی ذہنی کیفیت کی مناسبت سے قسم کو مزید دو تاکیدات کا استعمال یقیناً بلاغی معنویت کا حامل ہے۔ چناں چہ اس مضمون میں ان تاکیدات کی نشان دہی کی گئی ہے۔

۶۔ قرآن کریم میں بعض مقامات پر قسم سے پہلے "لا" آتا ہے چناں چہ اس کی معنویت بیان کی گئی ہے۔